امام قرطبیؒ اور ان کی تفسیر کا علمی مقام
(ایک جائزہ)

☆ ڈاکٹر حافظ اکرام الحق

امام قرطبیؒ کا زمانہ

امام قرطبی کا وطنِ مالوف قرطبہ پانچ سو سال تک اندلس کے افق پر سورج کی طرح چمکتا دمکتا اور علم و ثقافت کی تابناک کرنوں سے صرف یورپ ہی نہیں پوری دنیا کو روشن کرتا رہا۔ مگر ایک زمانہ گزرنے کے بعد مسلم حکام کے داخلی انتشارات اور نفس بنی کے خلفشارات میں اس کی شعائیں ماند پڑنا شروع ہو گئیں۔ یورپ کی ظلمتوں میں راہ بیں بننے والی عقل پر پردہ پڑتا چلا گیا اور شرق و غرب کو درسِ انسانیت دینے والی نگاہیں بینائی کھوتی نظر آنے لگیں اور بالآخر ۲۳ شوال ۶۳۳ھ/۲۹ جون ۱۲۳۶ء کو علم و ثقافت کا یہ مرکز قشتالوی بادشاہ فرڈی ننڈ سوئم کے قبضے میں چلا گیا۔ سقوطِ قرطبہ کے اس جانکاہ حادثہ سے کچھ عرصہ قبل ہی امام قرطبیؒ کی ولادت ہوئی۔ ایک اندازے کے مطابق یہ موحد خلیفہ یعقوب بن یوسف ابن عبد المومن (۵۸۰-۵۹۵ھ) کا دورِ حکومت ہوگا،(۱) البتہ سقوط کے وقت قرطبہ محمد بن یوسف بن ہود کے ماتحت تھا۔(۲)

سقوطِ قرطبہ تک سیاسی انتشار کے باوجود اہلِ قرطبہ کا علمی ذوق مثالی تھا اور ان کی علم دوستی قابلِ رشک تھی۔ حکام و امراء کے لیے بھی فخر و امتیاز کا معیار علمِ دین ہی سمجھا جاتا تھا۔ دولت موحدین کا بانی ابو عبداللہ محمد بن تومرت المصمودی المعروف مہدی الموحدین (۴۸۵-۵۲۴ھ / ۱۰۹۲-۱۱۳۰ء)(۳) اپنے دور کا بہت بڑا علامہ اور حصولِ علم کا سب سے بڑا داعی شمار ہوتا تھا۔ ابوحفص عمر بن اسحاق بن یوسف بن عبدالمؤمن المرتضی باللہ (۶۴۶ھ-۶۶۵ھ) جس کے دور میں دولت موحدین کا شیرازہ بکھر گیا، فقہ کا ماہر، ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ تصانیف اور کتب جمع کرنے کا شغف رکھتا تھا۔(۴) موحدین کے بعد محمد بن یوسف ابن ہود کو بغداد کے عباسی خلیفہ کی طرف سے جو پروانۂ ولایت ملا اس میں بھی یہی دستور العمل درج تھا:

ہر حال میں تقویٰ اختیار کرو، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو

و دانش سے مشورہ کیا کرو، رعیت کے ساتھ اچھا رویہ رکھو اور کفار کے ساتھ جہاد کا خاص اہتمام کرو۔[۵]

اہلِ قرطبہ کتابیں جمع کرنے اور ان کی حفاظت میں خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ وہاں تعلیمی ادارے عام تھے اور علمی و ادبی میلوں کا خوب رواج تھا۔ مساجد ہمیشہ علمی حلقات سے پر رونق رہتی تھیں۔[۶] اس کے ساتھ ساتھ علماء و طلبہ کی ایک خاصی تعداد ایسی بھی تھی جنہوں نے ان پر آشوب حالات میں اپنے علمی مستقبل کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے حُبِّ وطن کو حب علم پر قربان کیا اور اندلس چھوڑ کر مشرقی اسلامی ممالک کی طرف ہجرت کی۔[۷]

علامہ قرطبیؒ نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی، اسی کے سرچشموں سے سیراب ہوئے اور اسی میں عمر کا ایک حصہ گزارا۔ جب سقوط قرطبہ کا جاں گداز حادثہ پیش آیا تو انہوں نے بھی وطنِ عزیز کو خیر باد کہا اور نہ معلوم کہاں کہاں صعوبتیں برداشت کرتے بالآخر سر زمین علم و معرفت مصر پہنچ گئے۔ وہاں بھی انہیں اپنی علمی پیاس بجھانے کا خوب موقع ملا۔[۸] شہر شہر اور ملک ملک سال ہا سال کے علمی سفر کے بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد صرف ایک عالم بن کر ظاہر نہ ہوئے بلکہ ''ابو عبداللہ القرطبی المفسر، الإمام'' کے لقب سے حیاتِ جاوداں پا گئے۔ علامہؒ کی شخصیت کی مرحلہ وار تشکیل اور علمی سفر کا مختصر خاکہ درجِ ذیل ہے:

نام ونسب

ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی القرطبی الاندلسی۔[۹]

ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت

امام قرطبیؒ کی تاریخ پیدائش، نشو و نما اور ابتدائی تعلیم کے حالات واضح طور پر کہیں نہیں ملتے مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد گرامی کھیتی باڑی کرتے تھے۔ انہوں نے ہی اپنے بیٹے کی پرورش کی اور اندلس کے رواج کے مطابق ان کی باقاعدہ تعلیم و تربیت ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتاً﴾[۱۰] کی تفسیر کے ضمن میں امام قرطبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ۳-رمضان المبارک سن ۶۲۷ھ کی صبح کو دشمن نے قرطبہ پر اس وقت حملہ کر دیا جب لوگ اپنے کھیتوں میں فصلوں کی کٹائی میں مصروف تھے۔ اس حملہ میں ان کے والد گرامی شہید ہو گئے۔ قرطبیؒ

کی شہادت دشمن کے مقابلے میں صف بندی کر کے لڑتے ہوئے نہیں ہوئی۔ میں نے یہی بات استاذِگرامی ربیع بن عبدالرحمٰن بن احمد بن ربیع بن ابی[۱۱] سے پوچھی تو انہوں نے فرمایا: ان کا حکم جنگ کے شہداء کا ہے۔ اس کے بعد میں قاضیِ مذہب ابو الحسن علی بن قطرال[۱۲] کے پاس چلا گیا، ان کے پاس دیگر فقہاء بھی حلقہ بنائے بیٹھے تھے، میں نے اپنامسئلہ ان حضرات کی خدمت میں پیش کیا توانہوں نے فرمایا: اپنے والد کوغسل بھی دو اورکفن بھی اور پھر ان کا جنازہ پڑھو۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد علامہ ابوالحسن لخمیؒ[۱۳] کی کتاب : "التبصرة" اور بعض دیگر کتب میں یہ مسئلہ میری نظرسے گزرا تو مجھے احساس ہوا کہ کاش! مجھے بر وقت اس مسئلہ کی تحقیق ہو جاتی تو میں اپنے والدِ گرامی کوغسل نہ دیتا اورخون آلود جسم اور کپڑوں میں ہی دفن کر دیتا۔ یہاں امام قرطبیؒ نے ابن ابی حِجہ کے لیے "شیخنا" (ہمارے استاذ) اور "المقرئ" (استاذِ قراء ت) کے الفاظ ذکر کیے ہیں جن سے درجِ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ قرطبیؒ، قرطبہ کے ایک کسان کے گھر میں پیدا ہوئے اور بچپن اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں گزارا۔

۲۔ والدِ گرامی کی زیرِ سرپرستی ہی ان کی باقاعدہ تعلیم شروع ہو گئی تھی۔

۳۔ ۶۲۷ھ میں اپنے والد کی شہادت کے وقت قرطبیؒ شیخ ابنِ ابی حِجہؒ کے باقاعدہ شاگرد تھے۔

۴۔ ابنِ ابی حِجہؒ کے تعارف میں خیر الدین زرکلی نے لکھاہے: "**فاضل من أهل قرطبة. تصدّر لإقراء القرآن وتعليم العربية**"[۱۴] (قرطبہ کے فضلاء میں سے تھے۔انہوں نے قرآنِ مجید اور لغتِ عرب کی تعلیم کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا)۔ قرطبہ میں یہ ابتدائی درجہ کا نصابِ تعلیم تھاجیساکہ علامہ ابنِ خلدونؒ نے قاضی ابوبکر ابن العربیؒ سے نقل کیا ہے[۱۵]۔

۵۔ یہ امام قرطبیؒ کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ تھا اور ان کی عمر زیادہ نہ ہوئی تھی۔

۶۔ علمی پختگی اور فقہی فطانت ان کو اس وقت تک حاصل نہ ہوئی تھی۔ اسی لیے ایک سے زائد اساتذہ سے سوال کیا اور کچھ عرصہ بعد علامہ ابوالحسن لخمی کی کتاب :"التبصرة "اور بعض دیگر کتب میں یہ مسئلہ پڑھا تو بر وقت اس کی تحقیق نہ ہوسکنے پر اظہارِ افسوس بھی کیا۔

۷۔ دین داری اور شریعت کی پابندی کا جذبہ امام قرطبیؒ کی بنیادی تربیت میں ہی ان کو حاصل

۸۔ علامہ ابوالحسن لخمی مجتہد فی المذہب تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''التبصرة'' میں فقہ مالکی کی مقتدر کتاب ''المدونة الکبریٰ'' پر تعلیقات مرتب کی ہیں۔ انہوں نے فقہِ مالکی کی متفقہ آراء کے خلاف دوسرے فقہاء کی رائے کے مطابق بھی کچھ باتیں ذکر کی ہیں جس سے گمان ہوتا ہے کہ عمومی طور پر فقہِ مالکی کی پیروی کے ساتھ ساتھ امام قرطبیؒ کے فقیہانہ توسع کی بنیاد شاید علامہ لخمی کی کتب کے مطالعہ سے بنی ہوگی۔

امام قرطبیؒ کے والد کی شہادت (٦٢٧ھ) کے وقت قرطبہ میں محمد بن یوسف بن ہود(م٦٣٥ھ) کی حکومت تھی جو٦٢٥ھ/ ١٢٢٨ء میں موحدین سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی مستقل حکومت کا اعلان کر چکا تھا۔ اس سے یہ اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ قرطبیؒ موحدین کے دور میں پیدا ہوئے ہوں گے مگر صحیح تاریخ کا تعین پھر بھی نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر قصی زلط کا اندازہ یہ ہے کہ اگر ان کی پیدائش چھٹی صدی ہجری کے آخر میں سمجھی جائے تو غالبًا موحد خلیفہ یعقوب بن یوسف ابن عبد المومن (٥٨٠-٥٩٥ھ) کے دور حکومت کی ہوگی۔[١٦]

امام قرطبیؒ نے ارشادِ باری تعالیٰ:﴿مَنْ ذَاالَّذِی یُقْرِضُ اللہَ قَرْضًاحَسَناً﴾[البقرة٢:٢٤٥] کی تفسیر میں اپنے ایک شیخ ابوعامر یحییٰ بن عامر بن احمد بن منیع الاشعریؒ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے ان سے قرطبہ میں ربیع الاول ٦٢٨ھ میں بطریقِ قراء ت ایک روایت پڑھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ٦٢٨ھ میں ان کی تعلیم قرطبہ ہی میں جاری تھی۔ ابن ہود ہی قرطبہ کا حاکم تھا کہ قشتالوی عیسائیوں نے ٢٣شوال٦٣٣ھ/ ٢٩جولائی ١٢٣٦ء میں اس پر قبضہ کرلیا۔[١٧] اس کے علمی مراکز ختم کر دیئے۔ مسلمانوں کو مار دیا یا نکال دیا اور مساجد کو گرجا گھر بنا دیا جس کے بعد قرطبہ میں ان کی تعلیم جاری رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ امام قرطبیؒ نے ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وَإِذَاقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَابَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِینَ لاَ یُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَاباً مَّسْتُوراً﴾ [الاسراء ١٧:٤٥] (اور جب آپ قرآن پڑھا کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، حجاب پر حجاب کر دیتے ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مجھے بھی اپنے ملک اندلس میں قرطبہ کے مضافات میں قلعۂ منثور میں اسی طرح کا اتفاق ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں دشمن کے آگے بھاگتے بھاگتے ایک طرف کو ہو گیا۔ ان کے دو سپاہی میری تلاش میں نکلے۔ میں ایک میدان میں بیٹھا سورۂ یٰس کی ابتدائی آیات

آنکھوں کو اندھاکر دیا۔ وہ واپس جارہے تھے کہ میں نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے سنا: ''دیبلة'' یعنی یہ تو کوئی جن ہے۔ میں نے اس فضل و مہربانی پر اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام قرطبیؒ کو یہ واقعہ اسی آخری عیسائی قبضہ کے موقع پر پیش آیا۔

اس کے بعد معلوم نہیں ہو سکا کہ قرطبیؒ اپنے وطنِ مالوف سے نکل کر کہاں گئے۔ مصر میں ان کی موجودگی اور پھر وفات تک وہیں قیام کا ثبوت تو تمام مراجع میں ملتا ہے مگر وہاں پہنچنے کا زمانہ متعین کرنا بہت مشکل ہے۔ مصر میں ان کی موجودگی کی واضح ترین تاریخ وہی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''التذکرة'' میں ایک روایت کے تحت ذکر کی ہے کہ یہ روایت انہیں جمعہ ۱۳ رجب ۶۴۷ھ کو امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن عمرو البکری التیمی[(۱۸)] نے، جن کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، مصر میں ''منصورة'' کے قریب ''صنورة'' یا ''جزیرة'' کے مقام پر بتائی۔[(۱۹)] مگر ۱۳ رجب ۶۴۷ کو ان کے مصر پہنچنے کی تاریخ قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ آں جناب میناء اسکندریہ میں شیخ ابو محمد عبدالمعطی کے درس میں بھی شریک رہے[(۲۰)] اور شیخ مذکور کی تاریخِ وفات ۶۳۸ھ ہے۔[(۲۱)] امام قرطبی ان کی تاریخِ وفات سے یقیناً کچھ عرصہ قبل ہی اسکندریہ میں ہوں گے ورنہ ان کے حلقہ درس میں شامل نہ ہو سکتے۔

مصرمیں ''ثغرالإسکندریة'' (میناء اسکندریہ) کے علاقے میں امام قرطبی کا قیام کافی طویل معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے وہیں رہ کر شیخ ابو محمد عبدالوہاب بن ظافر[(۲۲)] سے استفادہ کیا،[(۲۳)] شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم الانصاری[(۲۴)] سے بھی وہیں پڑھا[(۲۵)] اور شیخ ابو العباس احمد بن عمر الانصاری القرطبیؒ[(۲۶)] سے بھی وہیں کسبِ فیض کیا۔ شیخ ابو العباس امام قرطبی کے اساتذہ میں سے وہ شخصیت ہیں جن کا ذکر انہوں نے اپنی تفسیر اور تذکرہ وغیرہ دیگر کتب میں ''شیخنا'' کی تخصیص کے ساتھ سب سے زیادہ کیاہے۔[(۲۷)] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نہ صرف یہ کہ زیادہ عرصہ تک شیخ ابو العباس سے استفادہ کا موقع ملا بلکہ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ قرطبیؒ کا دلی لگاؤ بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سقوطِ قرطبہ کے بعدسے قرطبیؒ اپنے استاذِ گرامی ابوالعباس الانصاریؒ کے ساتھ ہی رہے ہوں گے کیوں کہ شیخ ابوالعباس نہ صرف یہ کہ اپنے دور میں کبار علماء میں سے تھے بلکہ دونوں حضرات کا قرطبہ سے ہجرت کرنا اور دونوں کا انصاری ہونا ایسی اضافی نسبتیں تھیں جنہیں ان کے درمیان قریبی تعلقات کا باعث قرار دینا قرینِ قیاس ہے۔ علامہ مقری نے ''نفح الطیب'' میں ایک مستقل باب

ابن الخصیب'' کے مقام پر منتقل ہوگئے اور وفات تک وہیں رہے۔ یہ بات علامہ قرطبی کے امتیازات میں سے ہے کہ طویل عرصہ طلبِ علم میں گزارنے کے بعد بھی کبھی درجۂ کمال کا دعویٰ نہیں کیا، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ منیۃ ابن الخصیب میں بھی انہوں نے علماء سے استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہاں ان کے شیوخ میں مفتی الانام بہاء الدین ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ اللخمی الشافعی المعروف ابن الجمیزی کا نام ملتا ہے۔(۲۹)

مصر میں فاطمی دورِ حکومت میں سرکاری سطح پر شیعی افکار کی سرپرستی ہوتی تھی۔ اسکندریہ کے اکثر لوگ اگرچہ مذہباً مالکی تھے مگر حالات کی وجہ سے مشکلات کا شکار تھے۔ ۴۹۵ھ کے لگ بھگ یہاں ایک اندلسی عالم اور فقہاء مالکیہ کے عظیم رہنما شیخ ابوبکر محمد بن ولید الطرطوشی (م ۵۲۰ھ) وارد ہوئے۔ انہوں نے یہاں فقہ مالکی کا ایک مستقل حلقہ قائم کیا اور تمام سرکاری وغیر سرکاری عوامل سے متاثر ہوئے بغیرزندگی کا بقیہ حصہ اسی کی تدریس و ترویج میں گزار دیا۔ ان سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا جن میں سے الطاہر بن عوف المکی (م۵۸۱ھ) اور ابو طاہر احمد بن محمد بن ابراہیم سلفہ الشافعی (م ۵۷۶ھ) المعروف حافظ سلفی نے شیخ طرطوشی کی علمی وراثت کو کما حقہ سنبھالا اور ان کے تعلیمی سلسلہ کو قائم رکھنے کے لیے زندگیاں وقف کر دیں۔ امام قرطبیؒ کے اکثر مصری اساتذہ اسی سلسلہ کے وابستگان میں سے تھے۔(۳۰) آں جنابؒ کے دیگر اساتذہ میں صاحب ''الترغیب والترھیب'' علامہ منذریؒ مصری،(۳۱)۔الشیخ الفقیہ امام ابو القاسم عبداللہ بن الشیخ الفقیہ علی بن خلف بن معزوز الکومی التلمسانی(۳۲) اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن حفص الیحصبی کے اسماء گرامی بھی ملتے ہیں۔(۳۳)

قرطبہ سے ہجرت اور مصر میں ورود و قیام کے درمیانی عرصہ کے بارے میں ایک خیال یہ ہوسکتا ہے کہ امام قرطبیؒ اس عرصہ میں شاید بلنسیہ چلے گئے ہوں جس پر ۶۳۶ھ/ ۱۲۳۸ء میں دشمن کا قبضہ ہوگیا یا اشبیلیہ میں رہے ہوں جو ۶۴۴ھ/ ۱۲۴۸ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا یا انہوں نے دشمن کے قبضہ سے بچی ہوئی کسی اور اندلسی ریاست میں وقت گزارا ہو۔ اشبیلیہ میں کچھ عرصہ تک ان کا قیام زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کیوں کہ انہوں نے ایک مقام پر محیی الدین ابن عربیؒ (۳۴) کو اپنا شیخ قرار دیا ہے(۳۵) اور وہ اپنی تفسیر میں ان سے اقتباسات بھی بکثرت نقل کرتے ہیں۔ بلادِ مشرق کی طرف سفر سے پہلے اندلس میں ابنِ عربیؒ کا مسکن و مقام اشبیلیہ ہی تھا۔

بے مثال شخصیات کے مالک تھے جن سے استفادہ نے امام قرطبیؒ کوایک ہمہ جہت علمی مقام بخشا۔

علمی مقام اور مسلک و مشرب

۶۲۷ھ میں اپنے والدِ گرامی کی شہادت کے موقع پر قرطبیؒ کے ذوقِ تحقیق کی ابتدائی جھلک سے لے کر سالہا سال پر محیط ان کے علمی اسفار اور طلبِ صادق کے ساتھ علمی و تربیتی حلقوں میں نفس کشی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دینی علوم میں مہارت کے علاوہ تصوف و سلوک اور بیسیوں مروجہ علوم: کلام، فلسفہ، طب اور ہیئت وغیرہ میں بھی میں انہیں جامعیت کا مقام حاصل ہو گیا جس کی جھلک ان کی ہر تحریر میں نمایاں نظر آتی ہے۔ اپنے دور کے صفِ اول کے علماء و فقہاء سے علمی استفادہ کے ساتھ ساتھ علامہؒ کی طبع نکتہ بیں نے ان کے ذوقِ مطالعہ کو خوب جلا بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صرف ان کتب کی تعارفی فہرست تیار کی جائے جن کے اقتباسات علامہؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیے ہیں تو اسی تفسیر کی ایک جلد کے برابر مواد جمع ہو جائے۔ فقہی مسلک کے اعتبار سے اگرچہ انہیں علماءِ مالکیہ کے علاوہ شیخ ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ (۵۵۹-۶۴۹ھ) المعروف ابن الجمیزی اور ان کے پائے کے شافعی المسلک اساتذہ سے بھی استفادہ کا موقع ملا مگر یہ بات طے ہے کہ انہوں نے زندگی بھر فقہ میں امام مالکؒ کی تقلید کو ہی اپنائے رکھا جس کی تائید ان کی تفسیر کی بیس جلدوں میں دو سوتیں سے زائد دفعہ ''قال علماؤنا'' (ہمارے علماء فرماتے ہیں) کہہ کر علماء مالکیہ کا مسلک بیان کرنے سے ہوتی ہے۔ آپؒ کی دوسری کتب ''التذکرۃ'' وغیرہ میں بھی یہ الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ وہ کبھی کبھار ''قال علماؤنا'' کے ساتھ ''المالکیۃ'' کا اضافہ کر کے اس کی وضاحت بھی فرماتے جاتے ہیں جیسا کہ سورۂ ہود آیت نمبر۸۸ میں فرمایا۔ البتہ فقہ و بصیرت میں ان کے عالی مقام کے پیشِ نظر بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مجتهد فی المذهب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آں جناب اپنی تفسیر میں جابجا ''قلتُ'' (میں کہتا ہوں) فرما کر مختلف مباحث میں بڑے بڑے ائمۂ دین کی آراء ذکر فرمانے کے بعد کبھی ان کی تائید میں اور کبھی اختلافی رائے کے طور پر اپنی مدلل رائے بھی ذکر فرما دیتے ہیں۔ ان مباحث میں فقہی اور غیر فقہی مسائل میں ان کا ایک ہی اسلوب ہے۔ علوم و فنون کے ساتھ تربیت و اصلاح اور تزکیہ و تصوف میں بھی امامؒ کا پس منظر نہایت نمایاں ہے کہ ایک طرف انہیں: ابوعامر یحیٰی بن عبدالرحمٰن الاشعری القرطبی المعروف ابن ابی(۶۳۹ھ/۱۲۴۱ء)(۳۶) سے براہ راست استفادہ کا موقع ملا

تالیفات

امام قرطبیؒ کی تالیفات ان کے علم و فضل کی صحیح ترجمان ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے موضوع پر قابلِ قدر شاہکار ہے۔ ان میں: **الأسنی فی شرح اسماء الله الحسنی، التذکار فی افضل الاذکار، التذکرہ بأحوال الموتیٰ وأمور الآخرة، شرح التقصی، قمع الحرص بالزھد و القناعة ورد ذل السؤال بالکف و الشفاعة، التقریب لکتاب التمھید، الإعلام بمافي دین النصاریٰ وإظھار محاسن دین الإسلام،**(۳۷)**رسالة في القاب الحدیث، کتاب الأقضیة، المصباح في الجمع بین الأفعال والصحاح** شامل ہیں۔ یہ کتاب علامہؒ نے ابوالقاسم علی بن جعفر بن القطاع کی ''**کتاب الأفعال**'' اور امام جوہری کی ''**الصحاح**'' کا اختصار کر کے مرتب کی ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں دو مزید کتب ''**المقتبس في شرح مؤطا مالک بن أنس**'' اور ''**اللمع اللؤلؤیة في شرح العشرینات النبویة**'' کا ذکر بھی کیاہے۔(۳۸) ان کی طرف ایک قصیدہ بھی منسوب ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی جمع کئے گئے ہیں۔ آپؒ کی سب سے بڑی تصنیف: **اَلْجَامِعُ لأحکام القرآن و المبین لما تضمنه من السنة و آي الفرقان**" ہے جو کہ **تفسیر قرطبی** کے نام سے مشہور ہے اور بیس جلدوں پر مشتمل مطبوع دستیاب ہے۔(۳۹)

طرزِ زندگی

امام قرطبیؒ اپنے وقت کے دینی و دنیاوی علوم میں مہارت ہونے، اس دور میں مروج جدید ترین سائنسی علوم میں دسترس رکھنے اور نت نئی ایجادات سے ہمہ پہلو باخبر رہنے کے باوجود دنیا کے تکلفات سے دور علم دوست، جہد کوش اور فنا فی اللہ شخصیت تھے۔ اپنی جوانی کے بارے میں فرماتے ہیں: میں اور میرے ساتھی زمانۂ شباب میں قرطبہ کے یہودی قبرستان سے مٹی جانوروں پر لاد کر لایا کرتے تھے۔(۴۰) مصر میں آپ کی کہولت اور بڑھاپے کے بارے میں منقول ہے کہ: ''**صالح، متعبد، ورع، مطرح للتکلف یمشي بثوب واحد وعلی رأسه طاقیة**'' (وہ بہت نیک، عبادت گزار، پرہیزگار اور تکلف سے یکسر بے گانہ تھے۔ بعض اوقات آپؒ صرف ایک کپڑا پہنے اور سر پر ٹوپی رکھے نکل آتے اور اپنی ضرورت کی طرف چل پڑتے تھے)۔(۴۱)

والعلماء العارفين الورعين، الزاهدين في الدنيا، المشتغلين بما يعنيهم من أمور الآخرة فيما بين توجه وعبادة وتصنيف'' (قرطبیؒ اللہ کے نیک بندوں، علماء عارفین اور متقین میں سے تھے جو دنیا سے بے نیاز، حقیقت میں کام آنے والے امورِ آخرت میں مشغول رہتے ہیں جیسے اللہ کی طرف توجہ عبادت اور تصنیف وتالیف وغیرہ)۔

انہوں نے تاریخِ کتبی (٤٢) کی عبارت اور اس کے حاشیے پر مختلف لوگوں کی دلچسپ تعلیقات بھی نقل کی ہیں۔ تاریخ کی عبارت یہ ہے: ''كان شيخا فاضلاً، وله تصانيف مفيدة تدل على كثرة اطلاعه و وفور علمه منها تفسير القرآن مليح إلى الغاية اثنا عشر مجلداً'' (علامہؒ ایک صاحبِ فضل بزرگ تھے۔ ان کی بہت مفید تصنیفات ہیں جو ان کے کثرت مطالعہ اور علمِ کثیر کا پتہ دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک ان کی تفسیر بھی ہے جو بارہ جلدوں میں ہے اور حد درجہ لطیف ہے)۔ مصنف کے کسی شاگرد نے اس تعارف پر یہ تعلیق چسپاں کی: ''قد أجحف المصنف في ترجمته جدا وكان متقناً متبحرا في العلم'' مصنف نے علامہ کے تعارف میں بہت بخل سے کام لیا ہے۔ وہ تو ایک ماہر اور متبحر عالم تھے)۔ اس پر ایک اور صاحب نے حاشیہ چڑھایا: ''قال الذهبي: رحلَ وكَتَبَ وسَمِع، وكان يقظاً، فهماً، حسن الحفظ، مليح النظم، حسن المذاكرة، ثقة، حافظاً'' (امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے سفر کیے، علم کو تحریری شکل میں محفوظ کرتے رہے اور علماء کی مجالس میں حاضر ہو کر علم سیکھتے رہے۔ وہ حاضر دماغ، فہم و فراست کے مالک، اچھے حافظ والے، عمدہ شاعر، اچھے مدرس، قابلِ اعتماد راوی اور علم کے حافظ تھے)۔ ایک اور صاحب نے اس پر مزید لکھا ہے: ''مشاحة شيخنا للمصنف في هذه العبارة مالها فائدة فإن الذهبي قال في تاريخ الإسلام: العلامة أبوعبدالله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح، الإمام القرطبي، إمام متفنن متبحرفي العلم، له تصانيف مفيدة تدل على كثرة اطلاعه ووفور عقله وفضله ...... وقد سارت بتفسيره العظيم الشأن الركبان، وله الأسنىٰ في شرح الأسماء الحسنىٰ، والتذكرة وأشياء تدل علىٰ إمامته وذكائه وكثرة اطلاعه'' (ہمارے شیخ کے مصنف کی اس عبارت پر اعتراض کا کوئی فائدہ نہیں۔ حافظ ذہبی نے بھی تاریخ الإسلام میں لکھا ہے: علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکربن فرح، امامِ قرطبیؒ کئی فنون کے امام تھے اور بحرِ علوم کے غوطہ زن تھے۔ انہوں نے کئی مفید کتابیں تصنیف کیں جو ان کے کثیر مطالعہ، اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور ان کے بلندمقام کی دلیل ہیں۔ ان کی عظیم الشان تفسیر کو قافلے ساتھ لے کر چلے۔ ان کی کتب میں ''الاسنیٰ شرح

ترجمه بما ذكرت، وهو والله فوق ذلک، فكيف تقول: إن مشاحة شيخک لافائدة فيها، وتسيئ الأدب معه، وتقول إن كلامه لافائدة فيه؟ فالله يستر عليک! انتهیٰ'' (اللہ تجھے معاف کرے! جب حافظ ذہبی نے ان کا تعارف اس طرح کروایا ہے جیسا کہ تو نے ذکر کیا اور اللہ کی قسم آں جناب کی شان اس سے بھی زیادہ ہے تو تم کس طرح یہ کہتے ہو تمہارے شیخ کے اس پر اعتراض کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ کہہ کرتم اپنے شیخ کی بے ادبی کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں؟ اللہ تمہاری پردہ پوشی فرمائے)۔[۴۳] ابن العماد الحنبلی کہتے ہیں: ''وكان إماماً عَلَماً، من الغواصين على معاني الحديث، حسن التصنيف، جيد النقل'' (وہ امام، چوٹی کے عالم، حدیث کے معانی میں غوطہ لگانے والے، بہت اچھے مصنف اور روایت و اقتباس کے ماہر تھے)۔[۴۴] ان دلچسپ تعلیقات سے امام قرطبیؒ کی اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کے ظاہری آثار معلوم ہوتے ہیں۔ میدانِ علم کے شہسوار ایک دوسرے سے بڑھ کر ان کی شان، علمی مقام، تقوی، بزرگی اور علو مرتبت ذکر کرنے میں اپنی قوتِ بیان صرف کر دینے کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔

وفات اورآخری آرام گاہ

علم و عمل، تزکیہ و صفوت اور جذبۂ للّٰہیت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد امام قرطبیؒ نے صعیدِ مصر کے قصبہ منية ابن خصيب یا منية بني خصيب میں ۹ شوال ۶۷۱ھ/ ۱۲۷۴ء کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔[۴۵] رحمة الله عليه رحمة واسعة شاملة كافية وافية ورفع درجاته في فسيح جناته۔

تفسیرِ قرطبی کا علمی مرتبہ اور اسلوبِ تالیف

عنوان اور موضوع

تفسیرِ قرطبی کا نام ''الجامع لأحكام القرآن والمبيّن لما تضمّنه من السنّة وآي الفرقان'' ہے اس کے موضوع کی وسعت اسی نام سے ظاہر ہے۔ موضوع کے لحاظ سے تفاسیر دو قسم کی ہیں: ایک کو تفسیر عمومی کہتے ہیں جس میں آیات کی ترتیب کے مطابق ہر آیت کی تفسیر اور اس کے مضامین بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ دوسری قسم تفسیرِ موضوعی کہلاتی ہے جس میں کسی ایک موضوع کی آیات پر زیادہ

امام قرطبیؒ کی تفسیر میں موضوعی اور عمومی دونوں پہلو جمع ہیں۔ اس کے نام کا پہلا حصہ موضوعی پہلو پر دلالت کرتا ہے یعنی اس میں قرآنی آیات کی روشنی میں فقہی احکام (Legal study of the Holy Quran) بیان ہوں گے۔ اس کا دوسرا حصہ عمومی پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی فقہی احکام کے علاوہ اس میں تمام آیات کی عمومی تفسیر (Generel Commentary) اور اس ضمن میں آنے والی تمام احادیث کی وضاحت ہوگی۔ پھر فقہی احکام کے ساتھ لفظ ''الجامع'' لگا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس تفسیر میں قرآن کا فقہی مطالعہ کسی ایک مکتبِ فقہ کی آراء ذکر کرنے کے ساتھ مقید نہیں ہوگا بلکہ یہ فقہی آراء کا ایک جامع مطالعہ ہو گا جس میں تمام مشہور مکاتبِ فقہ کی آراء ذکر کی جائیں گی۔ تفسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں تمام مکاتبِ فقہ کی آراء کا خلاصہ نہیں کہ لفظِ ''الجامع'' سے مراد مشترکہ فقہی آراء کا مطالعہ (Comprehensive study) ہو بلکہ اس میں فقہی احکام میں تمام مذاہب فقہیہ کا ایک طرح سے تقابلی مطالعہ (Comperative study) ہے۔ جس کی بنیاد تو مالکی فقہی آراء پر ہے مگر ہر مسئلہ میں دیگر مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل بھی اس میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ مالکی آراء ذکر کرتے وقت مؤلف اکثر ''قال علماؤنا'' (ہمارے علماء کہتے ہیں) کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کہیں کہیں ''المالكية'' یا ''اصحاب مالكؒ'' بھی کہہ دیتے ہیں۔ حنابلہ کے لیے اکثر ''أصحاب احمد''، شافعیہ کے لیے''الشافعية'' اور حنفیہ کے لیے ''الكوفيون''، ''أصحاب أبي حنيفة'' اور ''أهل الرأي'' کہتے ہیں۔ کبھی مذہبِ ظاہری کی رائے ذکر کرنا مقصود ہو تو ''داؤد بن علي'' یا ''أصحاب داؤد بن علي'' کہہ دیتے ہیں۔

تفسیر قرطبیؒ کا دوسرا پہلو عمومی تفسیر ہے جس میں قرآنِ مجید کی تمام آیات کا تفصیلی مطالعہ اور اس ضمن میں آنے والی احادیث کی وضاحت ہے۔ آیات کے تفصیلی مطالعہ میں مؤلفؒ نے صرفی تحقیق، نحوی ترکیبات، لغوی ماثورات، قراء ات، تاریخی حقائق، صوفیہ کی طرز پر عارفانہ اشارات، ادعیہ و اذکار، فلسفیانہ موشگافیاں، سائنسی تحقیقات اور بیسیوں قسم کے دیگر تفسیری اقوال جمع کیے ہیں۔ احادیث کی وضاحت میں کتاب کا حوالہ، سند کا درجہ، راوی پر بحث، بعض دفعہ شانِ ورود اور مقام استدلال وغیرہ جیسے امور اس تفسیر میں ملتے ہیں۔ حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ اور آیات کے حوالہ سے اپنے دور کے مسائل کا ذکر امام قرطبیؒ کی نمایاں خصوصیت ہے۔

علمی مرتبہ

کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، طلبہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے اسے میٹھا چشمہ سمجھتے ہیں اور عوام کے لئے یہ معلومات کا وسیع تر خزانہ ہے۔ حافظ ذہبی نے اس کی تعریف یوں کی ہے: ''**وقد سارت بتفسیره العظيم الشأن الركبان**'' (ان کی عظیم الشان تفسیر قافلے ساتھ لے کر چلے)، مشہور مؤرخ فخرالدین الکتبی نے امام قرطبیؒ کی اس کاوش کو ''**مليح إلى الغاية**'' (حد درجہ لطیف) کہا ہے۔(۴۶) ابن العماد الحنبلی نے اس کی جامعیت کا نقشہ یوں کھینچا ہے: ''**والتفسير الجامع لأحكام القرآن الحاكي مذاهب السلف كلها وما أكثر فوائده. وكان إماماً عَلَماً، من الغواصين على معاني الحديث، حسن التصنيف، جيد النقل**'' (اور تفسیر ''**الجامع لأحكام القرآن**'' تمام علماء سلف کے نقطہ ہائے نظر کو ذکر کرنے والی ہے اور اس کے بے بہا فوائد ہیں۔ مصنفؒ ایک امام، چوٹی کے عالم، حدیث کے معانی میں غوطہ لگانے والے، بہت اچھے مصنف اور روایت و اقتباس کے ماہر تھے)۔(۴۷) معاصر محقق محمد حسین ذہبی نے تفسیر قرطبی کا تعارف یوں کروایاہے: ''**وعلى الْجملة فإن القرطبي رحمه الله في تفسيره هٰذا حرّ فى بحثه، نزيه في نقده، عفّ في مناقشته وجدله، ملمّ بالتفسير من جميع نواحيه بارع في كل فن استطرد إليه وتكلم فيه**''۔(۴۸) (قرطبیؒ اپنی اس تفسیر میں آزاد تحقیق، بے لاگ تنقید اور غیر جانبدارانہ استدلال کے اصولوں پر کاربند نظر آتے ہیں۔ انہوں نے تفسیر کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا اور جس موضوع پر بحث شروع کی اسے نہایت مہارت سے پایہ تکمیل تک پہنچایا)۔

علماء اور محققین کا اہتمام

حافظ ذہبیؒ کے جملہ: ''**وقد سارت بتفسيره العظيم الشأن الركبان**'' (ان کی عظیم الشان تفسیر کو قافلے ساتھ لے کر چلے) کا معنوی تسلسل آج بھی نظر آتا ہے کہ جب سے یہ تفسیر وجود میں آئی ہے اس کے مطالعہ کرنے والوں کے پررونق قافلہ کے ساتھ ساتھ مختلف پہلوؤں سے اسے موضوعِ تحقیق و تالیف اور مصدرِ اقتباس وتقلید بنانے والوں کا تانتا بھی بندھا رہا ہے۔ بعد کے مفسرین میں سے اس سے لفظاً یا معناً بکثرت اقتباس کرنے والوں میں علامہ ابن کثیر، ابوالحیان الاندلسی اور امام شوکانی جیسے عظیم نام نظر آتے ہیں۔(۴۹) امام شوکانیؒ کی تفسیر فتح القدیر تو بادی النظر میں اس کا اختصار نظر آتی ہے۔ پوری عبارات لفظ بلفظ یہیں سے منقول ملتی ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے تفسیری ادب میں شاذ ونادر ہی کوئی تفسیر ایسی ہو گی جس کے مؤلف نے قرطبی کو اپنے بنیادی مراجع میں شامل نہ رکھا

نے مل کر اس میں تصحیحات، مشکل الفاظ کے معانی اور چیدہ چیدہ تخریجات کا کام کیا۔ انہی حضرات نے ایک قابلِ قدرخدمت یہ سرانجام دی کہ مؤلف ؒ نے جابجا اپنی تفسیر کے جن دیگر مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے تعین کی کوشش کر کے ان کے حوالہ جات حواشی میں درج کردیئے۔ تصحیحات کو انہوں نے متن کے اندر ہی قوسین میں درج کردیا۔ ۱۹۵۲ کے بعد یہی نسخہ متعدد بار شائع ہوا۔ جامع ازہر کے پروفیسر ڈاکٹر قصی محمود زلط نے ''القرطبی ومنهجه في التفسير'' کے عنوان سے اس پر ۴۸۶ صفحات کا ایک جامع مقالہ لکھا جسے ''المركز القريب للثقافة والعلوم'' نے شائع کیا ہے۔ اسکندریہ یونیورسٹی مصر کے طالبِ علم احمد بلعم مفتاح السوسی کو اسی عنوان ''القرطبی ومنهجه في التفسير'' سے مقالہ لکھنے پر ۱۹۷۲ء میں ایم اے کی ڈگری دی جا چکی ہے۔ جامعہ قاہرہ، مصر کے کاظم ابراہیم کاظم '' تفسیرِ قرطبی میں نحوی مسائل'' پر مقالہ لکھ کر ۱۹۸۲ء میں پی ایچ ڈی کرچکے ہیں۔ جدہ، سعودی عرب میں ''كلية التربية للبنات'' سے ''تفسیرِ قرطبی کی روشنی میں'' حدود'' کے بارے میں امام قرطبیؒ کی مجتہدانہ آراء' کے دیگر فقہاء کی آراء سے تقابلی جائزہ پر مبنی مقالہ پر ۱۴۱۰ھ میں سعدیہ حامد جمعہ الحیاوی کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل چکی ہے۔ جامعہ ازہر سے ایک اور پی ایچ ڈی ''الدخيل في تفسير القرطبي'' کے عنوان سے احمد الشحات احمد موسیٰ کرچکے ہیں۔ قاہرہ یونیورسٹی سے ''تفسير القرطبي: تحقيق ودراسة في المصادر التفسيرية'' (سورۂ کہف کے آخر تک) کے عنوان سے رشاد احمد یوسف ۱۹۸۸ء میں پی ایچ ڈی کرچکی ہیں۔ ''ابوعبدالله القرطبی وجهوده في النحو واللغة'' کے عنوان سے عبدالقادر رحیم جتی الہیتی کی کتاب مارکیٹ میں آچکی ہے۔ اس کے علاوہ ''الإمام القرطبي شيخ أئمة التفسير'' تالیف مشہور حسن محمود سلمان، ''الشواهد الشعرية في تفسير القرطبي'' تالیف جمال احمد محمد منصور، ''القرطبي المفسر وكتابه الجامع لأحكام القرآن'' تالیف الصادق عبدالرحمٰن الغریانی، ''مختار تفسيرِ القرطبي: الجامع لأحكام القرآن'' تالیف توفیق الحکیم، ''مختارات من تفسير القرطبي والطبري والرازي'' تالیف محمد ادیب صالح، ''مختصر تفسيرِ قرطبی'' تالیف محمد بن احمد شمس الدین منظر عام پر آچکی ہیں۔[۵۱] ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸میں '' دارالكتب العلمية بيروت'' نے اس کے پرانے نسخہ کے ساتھ فہارس کی ایک جلد کا اضافہ کیا جس میں تفسیر قرطبی میں سے اطراف الحدیث، اعلام رجال، کنیتیوں، اعلامِ نساء، قبائل وشعوب، فرق ومذاہب، مقامات اور شعری شواہد پر مشتمل آٹھ قسم کی فہارس تیار کی گئیں۔ ''كشاف تحليلي للمسائل الفقهية في تفسير القرطبي'' کے عنوان سے اس

دارالحدیث قاہرہ نے ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء میں ایک نہایت عمدہ نسخہ شائع کیا ہے جس کی تخریجات کافی حد تک قابلِ اعتماد معلوم ہوتی ہیں، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں دارالکتاب العربی بیروت نے شیخ عبدالرزاق المہدی کی تحقیق سے ایک نسخہ شائع کیا ہے جس کے شروع میں تفسیر کی اقسام اور مفسرین کے تعارف پر مشتمل ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ انہوں نے حدیث کے حواشی میں اگرچہ صرف کتاب کے نام اور حدیث نمبر پر اکتفا کیا ہے مگر اس نسخہ کی قابلِ قدر بات یہ ہے کہ حدیث کے حوالہ جات اول سے آخر تک مسلسل نمبر کے ساتھ دیگر حواشی سے الگ ذکر کیے گئے ہیں۔ فضائل و آداب اور علومِ قرآنِ مجید پر مشتمل تفسیرِ قرطبی کا مقدمہ مستقل کتاب کی صورت میں بھی چھپ چکا ہے۔

آج کے دور میں الیکٹرانک میڈیا نے دنیا کی اچھی بری ہر قسم کی چیزیں ہر شخص کی انگلیوں کے نیچے لاکر رکھ دی ہیں۔ عصرِ حاضر کے سکالرز نے علومِ دینیہ کی ترویج و اشاعت میں بھی اس وسیلہ کو خوب استعمال کیا ہے۔ بیسیوں کتب ایک سی ڈی ڈسک میں آجانا معمولی بات ہے، کئی ڈسکیں ایسی بھی ہیں جو ایک ہزار یا اس سے بھی زائد کتب پر مشتمل ہیں۔ اس میدان میں بھی تفسیرِ قرطبی، تفسیر کی متخصص موضوعاتی سیڈیز میں تو صفِ اول میں نظر آتی ہی ہے، علومِ اسلامیہ کے عام مطالعہ یا طلبہ کے لیے تیار کی جانے والی سیڈیز کو بھی شاید تفسیرِ قرطبی کے بغیر نامکمل ہی سمجھا جاتاہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے دینی تعلیمات کے پروگراموں ''المحدّث'' وغیرہ میں بھی یہی حال ہے یا اس سے بھی دو قدم آگے ہوگا۔ ایسے پروگراموں میں تو عربی کے علاوہ انگریزی وغیرہ میں بھی اس عظیم تفسیر کو نشر کر دیا گیا ہے۔ تحقیق و تخریج کے حوالے سے بھی تفسیرِ قرطبی پر آئے دِن نئی نئی کاوشیں منظرِ عام پر آرہی ہیں۔ دراساتِ علیا (ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی سطح) کے طلبہ بھی مدتوں سے اسے تحقیق کا وسیع میدان سمجھتے آئے ہیں اور اس وقت بھی مختلف جامعات میں اس پر کسی نہ کسی پہلو سے کام جاری ہے۔

تفسیرِقرطبی کااسلوبِ تالیف

امام قرطبیؒ کا اپنی تفسیر میں یہ اسلوب رہا ہے کہ زیرِ مطالعہ آیت یا اس کا کچھ حصہ نقل کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے تفسیری مباحث کی تعداد بتاتے ہیں۔ ان مباحث کے لیے وہ ہمیشہ ''مسائل'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر یہاں مسائل سے مراد صرف فقہی احکام نہیں ہوتے بلکہ ان

جا کر اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ اس کے لیے کتنی ہی طویل بحث کرنا پڑے۔ ان کے ہاں دوسری کتب سے اقتباسات کارواج بھی بہت ہے جس میں جدید اصولِ تحقیق کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ مؤلفؒ نے کتاب کے شروع میں ہی اپنے اسلوب کی چیدہ چیدہ خصوصیات بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''وشرطی فی هذا الکتاب إضافة الأقوال إلی قائلیها و الأحادیث إلی مصنفیها، فإنه یقال مِن برکة العلم أن یضاف القول إلی قائلهٖ و کثیرا ما یجيء الحدیث فی کتب الفقه و التفسیر مبهما...... فلا یقبل منه الاحتجاج به و لاالاستدلال حتی یضیفه الی من خرَّجه ونحن نشیرُ إلی جُمَل من ذلک في هٰذَاالکتاب واللهُالموفق للصواب. وأضرب عن کثیر من قصص المفسرین وأخبار المؤرخین إلَّا مالابد منه ولاغنیً عنه للتبیین. واعتضتُ من ذلک تبیین آی الأحکام بمسائل تُسفِرُ عن معناهاوترشد الطالب إلی مقتضاها فضمَّنتُ کل آیة تتضمن حکماً أوحکمین فما زاد مسائل نبین فیها ماتحتوي علیه من أسباب النزول وتفسیر الغریب والحُکم. فإن لم تتضمن حکماً ذکرتُ ما فیها من التفسیر والتأویل، هکذَاإلی آخر الکتاب'' (۵۲)

خلاصہ یہ کہ:

۱۔ ہم نے ہر قول کو اس کے قائل کی طرف اور ہر حدیث کو کتاب کے مصنف کی طرف سے منسوب کیا ہے۔

۲۔ مفسرین و مورخین جو (من گھڑت) قصے کہانیاں ذکر کرتے ہیں ہم نے ان سے اکثر اجتناب ہی کیا ہے سوائے ان کے جو موقع کی مناسبت سے ضروری نظر آئے۔

۳۔ آیات احکام پر ہم نے خصوصی توجہ دی ہے اور جن آیات میں ایک، دو یا اس سے زیادہ جس قدر احکام مستنبط ہوتے تھے ہم نے ان کو بیان کر دیا ہے۔ جن آیات میں احکام نہیں تھے ان میں دیگر تفسیری پہلوؤں کو اجاگر کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

۴۔ جہاں اسباب نزول کی طرف اشارہ ملتا تھا وہ بھی ذکر کردیاہے۔

۵۔ مشکل الفاظ کے مطالب بھی واضح کردیئے ہیں۔ ہم نے کتاب کے آخر تک یہی اسلوب اختیار کیاہے۔

ہر دور کے علماء نے اسے تفسیری مرجع کا درجہ دیا ہے تاہم یہ دعویٰ کرنا مشکل ہے کہ تفسیر قرطبی میں اس منہج کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہوگیا ہے۔ ذیل میں چند امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ اس عظیم علمی شاہکار سے بہتر طور پر استفادہ ممکن ہوسکے۔

اسلوبِ تالیف کا ایک جائزہ

مؤلفؒ نے اپنے اسلوب کی پابندی کا اہتمام فرمایا ہے تاہم اس قدر ضخیم علمی کام میں اس کے کسی پہلو میں کام کی مزید گنجائش مل جانا کوئی نئی بات نہیں۔ ان کا ایک اصول قول کی نسبت قائل کی طرف ہے جس کا اکثر اہتمام کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود جا بجا ''قیل'' اور ''رُوِيَ'' کے الفاظ اس میں مزید تحقیق کی گنجائش کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔(٥٣) بعض اوقات قول کو کسی کتاب کے مصنف کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے مگر درحقیقت ایسا نہیں ہوتا(٥٤)، بعض اوقات ثانوی مرجع سے کسی کا قول نقل کرنے کی وجہ سے معنیٰ میں تبدیلی آجاتی ہے۔(٥٥)

امام قرطبیؒ کا دوسرا اصول حدیث کی نسبت اس کے مخرج کی طرف ہے۔ اس اصول کے پیش نظر تفسیر کے کسی بھی حصہ کا مطالعہ کرنے سے درجِ ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں: تفسیرِ قرطبی میں کتبِ حدیث کے حوالہ جات بکثرت ملتے ہیں۔ کبھی ایک حدیث کے متعدد طرق ذکر کیے گئے ہیں، کہیں حدیث کا درجہ بھی متعین کر دیا گیا ہے۔ بعض احادیث کتاب کے حوالہ، باب کے عنوان اور پوری سند کے ساتھ منقول ہیں(٥٦)، بعض میں صرف کتاب کا حوالہ دیا ہے، حدیث پوری سند کے ساتھ نقل کی ہے اور ایک سے زائد طرق بھی نقل کردیئے ہیں۔(٥٧) بعض احادیث کتاب کے حوالہ اور پوری سند کے ساتھ ایک طریق سے نقل کی ہیں،(٥٨) کچھ احادیث کتاب کے حوالہ اورصرف مختصر سند کے ساتھ نقل کی ہیں،(٥٩) بعض احادیث میں صرف راوی کے نام اور کتاب کے حوالہ پر اکتفا کیا گیاہے،(٦٠) بے حوالہ احادیث بھی کثیر تعداد میں ملتی ہیں۔ بعض احادیث میں حوالہ ہے، راوی کا نام مذکور نہیں،(٦١) بعض احادیث میں راوی کا نام ہے، حوالہ موجود نہیں،(٦٢) بعض احادیث میں صرف راوی کا نام ہے اور حوالہ نہیں دیا گیا، البتہ روایت کا دوسرا طریق ذکر کر دیا گیا ہے،(٦٣) بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں نہ کتاب کا حوالہ ہے نہ راوی کا،(٦٤) بعض احادیث میں راوی کا نام موجود ہے مگر حدیث کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا بلکہ اسی تفسیر کے کسی دوسرے مقام کی طرف اشارہ

حوالہ دے دیا گیا، حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا،[٦٧] بعض اوقات نہ کتابِ حدیث کا حوالہ ہے نہ راوی کا نام، بلکہ تفسیر قرطبی ہی کے کسی اور مقام کی طرف اشارہ کردیا ہے۔[٦٨] امام قرطبیؒ کا ایک اصول من گھڑت قصے کہانیوں سے اجتناب ہے۔ تفسیر قرطبی میں ایسے قصوں کی تعداد نسبتاً کم ہے مگر اس کے باوجود اس میں اسرائیلیات کی خاصی تعداد جمع ہوگئی ہے۔ کبھی مؤلف نے ایسی کوئی کہانی ذکر کرنے کے بعد دلائل سے اس کی تردید کر دی ہے اور کبھی بڑی عجیب عجیب روایات سے بلا تبصرہ گزر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''التذکرہ'' کے حوالے سے حضرت حذیفہ ابن الیمان کی روایت سے سفیانی کے لشکر کا لمبا چوڑا قصہ لکھا ہے جس کی تفاصیل معتبر کتب کی تفاصیل سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ ان سے متصادم ہیں اور مؤلفؒ ان سے مرور الکرام بلا تبصرہ گزر گئے ہیں۔[٦٩] ''التذکرہ'' میں خود مؤلف نے بھی لکھا ہے: ''**حدیث حذیفة هذا فیه طول**'' (حضرت حذیفہ کی اس روایت میں کچھ زیادہ ہی تفصیل ہے)۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس روایت کا مرجع ابوالحسین جعفر بن المنادی کی ''**کتاب الملاحم**'' ہے اور اس کا مرجع عبرانی نبی دانیال کی کتاب ہے۔[٧٠] قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا حالانکہ طبری وغیرہ دیگر ائمہ تفسیر نے ان تفاصیل کو باطل قرار دیا ہے۔[٧١]

مؤلفؒ نے آیاتِ احکام کو خصوصی طور پر موضوعِ بحث بنایا ہے اور ایسی ہر بحث میں عموماً دقیق تفاصیل ذکر کی ہیں جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿**اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ**﴾ کی تفسیر چھبیس مباحث میں بیان فرمائی ہے جن میں سے بحث نمبر ۴ سے ۲۱ تک ۲۹ صفحات پر مشتمل ۱۸ مباحث صرف نماز کے احکام کے بارے میں ہیں۔[٧٢] وہ حتی الامکان کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جہاں سے کوئی فقہی حکم دلالۃ یا اشارۃ ثابت ہو سکتا ہو۔ چونکہ وہ بنیادی طور پر امام مالکؒ کے مقلد ہیں اس لیے مسئلہ کی بنیاد تو مالکیہ کی رائے پر ہوتی ہے مگر دوسرے مذاہب کی آراء اور دلائل بھی وہ نہایت اہتمام سے ذکر کرتے ہیں۔ بعض اوقات اپنی مجتہدانہ بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے غیر مالکی آراء کو مالکی آراء پر ترجیح بھی دے دیتے ہیں اور اس کے دلائل بھی ذکرکرتے ہیں۔[٧٣]

امام قرطبیؒ کے دور تک اندلس دینی علوم کے ساتھ ساتھ صنعت اور سائنسی علوم میں بہت ترقی کر گیا تھا جس کا اثر ان کی تفسیر میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ بعض اوقات وہ موضوعات ہیئت وغیرہ

موجود ہے۔(۷۵) قراء ات میں وہ مشہور روایات کے ساتھ ساتھ قراء ات شاذہ کا تعارف بھی کروا دیتے ہیں اور لغوی مباحث میں مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ صرف، نحو، بلاغت ہر پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔

آخر میں یہ بات پیشِ نظر رہنا ضروری ہے کہ تفسیر قرطبی ایک بہت بڑا علمی خزانہ اور مختلف علوم اسلامیہ کی تحقیق کا عظیم مرجع ہے جس میں مصنفؒ نے اپنے سابقین اور معاصرین کے دروس اور تالیفات سے خوب استفادہ کیا اور یہ فطری بات ہے کہ ایسی ضخیم کتاب میں کچھ نہ کچھ پہلو ایسے مل سکتے ہیں جن پر مزید تحقیقی کام کی گنجائش موجود ہو۔ اس تفسیر کے حوالے سے بالخصوص اقتباسات اور علماء سلف سے منقول اقوال پر تحقیقی کام کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ شاید صدیوں کی نقل و حرکت اور کتابت و نسخ کے دوران الفاظ یا عبارات میں ایسی تبدیلیاں آگئی ہیں جن کی وجہ سے بعض مقامات پر معانی میں بھی کچھ تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔(۷۶) بعض اوقات ثانوی مراجع سے اقتباسات کی وجہ سے کچھ تبدیلیاں آگئی ہیں۔(۷۷)

تفسیرِ قرطبی اُردو میں

کچھ عرصہ قبل تک تفسیرِ قرطبی تک صرف اہلِ علم عربی دان طبقہ کی رسائی ہی ممکن تھی۔ عرب ممالک کے طلبہ، علماء اور محققین نے اس خصوصیت کا خوب فائدہ بھی سمیٹا۔ انہوں نے تعلیمی تحقیقی اداروں کی زیرِ سرپرستی یا اپنے ذوقِ تحقیق کی تسکین کے لیے بیسیوں کتابیں اس کے بارے میں لکھ ڈالیں جن میں اس کے مختلف پہلوؤں کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا مگر جوں جوں مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے درمیاں فاصلے سمٹتے جا رہے ہیں علوم و فنون میں اشتراک بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ تفسیر قرطبی کو بھی اس ترقی سے وافر مقدار میں حصہ ملا۔ اُردو میں اس کا مکمل ترجمہ تو اب تک نہیں چھپ سکا مگر اردو بولنے اور لکھنے والے علماء و مصنفین نے جذبۂ تبلیغِ دین کے تحت اس کے علوم و معارف کو اردو قارئین تک کسی نہ کسی درجے میں پہنچانے کی سعی ضرور کی۔ اردو کی مشہور و متداول تفاسیر میں سے شاید ہی کوئی ایسی ہو جس میں امام قرطبیؒ کے اس عظیم الشان علمی ورثہ کے حوالہ جات جابجا نظر نہ آتے ہوں۔ یہ کوششیں قابلِ قدر ہیں مگر اسلامی علوم کے اس انسائیکلوپیڈیا تک اردو دان قاری کی رسائی اور اس کے فوائد کے پیشِ نظر ایک عرصہ سے علمی حلقوں میں کہیں نہ کہیں ایسی آواز سننے کو ملتی تھی کہ اس کا ترجمہ

پہلی جلد پریس کو جا چکی ہے اور چند دنوں میں ان شاء اللہ منظر عام پر آیا ہی چاہتی ہے۔ اس منصوبہ کا ابتدائی خاکہ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی ہدایات کے مطابق تیار کیا گیا۔ پہلی جلد کی اردو میں تکمیل کے دوران محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی صاحب، ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی کی مسلسل رہنمائی حاصل رہی۔ اس کی نظر ثانی، پروف ریڈنگ اور حتمی تصحیح میں مستند علماء اور قابلِ قدر اسکالرز کی خدمات حاصل رہیں۔ اس کی احادیث کی تخریجات، اردو ترجمہ اور توضیحی حواشی کے علاوہ مسلم اندلس کے زمانہ میں قرطبہ کے علمی مقام، ثقافتی ترقی، امام قرطبیؒ اور ان کی تفسیر کی اہمیت کے متعلق ایک مبسوط مقدمہ بھی اس میں شامل کردیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُونَ وَسَلاَمٌ عَلَی الْمُرْسَلِینَ وَالْحَمْدُ للہ ربّ الْعَالَمِینَ .

حواشی

۱۔ قرطبة في العصر الإسلامي ص ۱۴۹، القرطبی و منهجه ص۸، ۱۰

۲۔ اعلام زرکلی، تعارف ابن ہود ۷:۱۴۹، تاریخ ابن خلدون ج ۴، ثورة ابن هود على الموحدين بالأندلس، سقوط قرطبة: تآمر العدو والصديق،احمد تمام ،اسلام آن لاین.

۳۔ اعلام زرکلی ۶:۲۲۸

۴۔ اعلام زرکلی ۵: ۱۴۱، القرطبی و منهجه ص ٦٦

۵۔ نفح الطيب ج ۱، لمحه من تاريخ الحكم في الأندلس، سقوط قرطبة : تآمر العدو والصديق ، اسلام آن لاین.

۶۔ القرطبی و منهجه ص ۲۱-۲۲

۷۔ علامہ مقری نے نفح الطیب کا پانچواں باب انہی علماء و طلبہ کے تعارف کے لیے مختص کیا ہے۔

۸۔ القرطبی و منهجه في التفسیر ص ۲۱-۲۲

۹۔ اعلام زرکلی: ۳۲۲:۵، معجم المؤلفين ۳: ۵۲، هدية العارفين۲: ۱۲۹

۱۰۔ تفسیر قرطبی، آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰

۱۱۔ ڈاکٹر قصی زلط نے ان کا تعارف ابوسلیمان ربیع بن عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالرحمٰن ابن ربیع الاشعری القرطبیؒ لکھا ہے۔ قرطبہ کے قاضی رہے۔ ۲۳شوال ۶۳۳ھ (۲۹ جون ۱۲۳۶ء) بروز اتوار جب قشتالوی عیسائیوں نے ان کے وطن پر قبضہ کر لیا تو یہ اشبیلیہ منتقل ہو گئے اور اس کے بعد جلد ہی وہاں وفات پائی۔ القرطبی ومنهجه ص ۱۳۔ عمر رضا کحالہ نے ابوعامر یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالرحمٰن بن ربیع الاشعری القرطبی بلنسی ... (۵۶۳-۶۳۹ھ/ ۱۱۶۸-۱۲۴۱ء) کا لکھا ہے اور یہی تفسیر قرطبی والی عبارت کے قریب تر ہے۔ ... فقیہ

علاقۂ آمد کے قاضی بھی رہے مگر ۶۰۹ھ میں جب آمد پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا تو یہ گرفتار ہوئے۔ وہاں سے جان چھوٹی توشاطبہ چلے گئے اور وہاں کے قاضی بنے۔ پھر کچھ عرصہ قرطبہ میں منصبِ قضاء پرفائز رہے۔ اس کے بعد فاس کے قاضی رہے اور مراکش میں ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انہیں کئی علوم پر عبور حاصل تھا مگر بلاغت کے میدان میں خاص طور پر ممتاز تھے۔ شذرات الذهب ج۵

۱۳۔ ابوالحسن علی بن محمد الربعی اللخمی(۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء) کا وطنِ اصلی قیروان تھا مقام سفاقس میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔ مذہبِ مالکی کے فقیہ تھے۔ ان کی کتاب ''التبصرة'' فقہ مالکی کی مشہور کتاب ''المدونة'' پر ان کی تعلیقات کا مجموعہ ہے۔ اس میں انہوں نے ایسی آراء ذکر کی ہیں جو ان کے مذہب کی مشہور آراء سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ اعلام زرکلی ۴:۳۲۸

۱۴۔ ابوجعفر احمد بن محمد القیسی المعروف ابن ابی حجہ (م ۶۴۳ھ/ ۱۲۴۵ء) قرطبہ میں قرآنِ مجید اور لغتِ عرب کی تعلیم دیتے رہے۔ بعد میں اشبیلیہ منتقل ہو گئے اور عیسائیوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔ دورانِ قید تشدد کی وجہ سے میورقہ کے مقام پر ان کی وفات ہوئی۔ اعلام زرکلی ۱:۲۱۹

۱۵۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۵۳۸

۱۶۔ قرطبة في العصر الإسلامي ص ۱۴۹، القرطبي و منهجه ص۸، ۱۰

۱۷۔ مقالة سقوط قرطبة: تآمر العدو والصديق/ احمدتمام، Islam On line

۱۸۔ کتبِ مراجع میں ان کی کنیت ابوعلی اور نام حسن بن محمد بن محمد بن محمد بن عمرالبکری التیمی النیشابوری (۵۷۴-۶۵۶ھ/ ۱۱۷۸-۱۲۵۸ء) اور لقب صدرالدین ہے۔ وہ بیک وقت محدث، مؤرخ، صوفی اور حساب دان تھے۔ حصولِ علم کے لیے انہوں نے بہت سے مشہور مقامات کا سفر کیا۔ انہوں نے تاریخ ابن عساکر کا ایک تکملہ بھی لکھا مگر ان کا مسودہ کہیں ضائع ہوگیا۔ ان کی وفات مصر میں ۱۱ ذی الحجہ کوہوئی۔ معجم المؤلفين ۱:۵۹۰، تفسیر قرطبی: الصافات:۱۸۰ میں بھی ان کا نام ابوعلی الحسن......ابن عمروک ہے۔

۱۹۔ التذكرة: باب مايرجى من رحمة الله تعالىٰ ومغفرته وعفوه يوم القيامة.

۲۰۔ تفسیر قرطبی: آل عمران ۳:۱۳۵ ﴿وَالَّذِينَ إِذَافَعَلُوا فَاحِشَةً﴾، الكهف:۸۲،۵۰

۲۱۔ ابومحمد عبدالمعطی بن محمود بن عبدالمعطی ابن عبدالخالق ابن ابی الثناء اللخمی الاسکندری (۵۶۳-۶۳۸ھ/ ۱۱۶۸-۱۲۴۱ء) اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور وہیں رہے۔ وہاں ان کا مشہور حلقہ ہوتا تھا۔ ان کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور جنۃ المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ نابینا تھے مگر فقہاء مالکیہ میں ایک مقام رکھتے تھے اور تصوف سے ان کا گہرا شغف تھا۔ اعلام زرکلی ۴:۱۵۵

۲۲۔ رشید الدین ابومحمد عبدالوہاب بن ظافر بن علی بن فتوح الاسکندرانی (۵۵۴ھ-۶۴۸ھ) المعروف ابن رواح، بڑے فقیہ اور عابد زاہد تھے۔ انہوں نے طویل عمر پائی اور اسکندریہ مصر میں کافی عرصہ تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ شذرات الذهب.

۲۳۔ التذكرة: باب مايسأل عنه العبد و كيفية......، باب في قوله تعالىٰ : وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ.

۲۵۔ التذكرة: باب ماينجي المؤمن من أهوال القبر وفتنته وعذابه.

۲۶۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم الانصاری القرطبیؒ (۵۷۸-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۲-۱۲۵۸ء) المعروف ابن مزین، عظیم المرتبت محدثین اور جلیل القدر فقہاء مالکیہ میں سے تھے۔ قرطبہ میں پیدا ہوئے، اسکندریہ میں مدرس رہے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی ''المفهم لماأشكل من كتاب تلخيص صحيح مسلم'' بہت مشہور ہے۔ صحیح مسلم کی شرح میں ان کی اپنی تصنیف کی تلخیص ہے۔ اعلام زرکلی ۱:۱۸۶

۲۷۔ تفسیر قرطبی، التوبة:۴۰(شيخناالإمام أباالعباس)، التذكرة: باب ماجاء أن الميت يحضر الشيطان عند موته وجلساؤه في الدنياومايخاف من سوء الخاتمة (مع ذكر ثغر الإسكندرية)۔

۲۸۔ نفح الطيب: الباب الخامس فيمن رحل من الأندلسيين إلى المشرق.

۲۹۔ شیخ ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ بن سلامہ ابن المسلم بن احمد بن علی اللخمی المصری الشافعی (۵۵۹-۶۴۹ھ) المعروف ابن الجمیزی اپنے وقت میں مصر کے سب سے بڑے قاری، سب سے بڑے خطیب، سب سے بڑے مدرس اور سب سے بڑے مفتی تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے اور انہیں ''مسند الديار المصرية'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ شذرات الذهب، التذكرة: باب ماجاء في تلقين الإنسان بعد موته شهادة الإخلاص في لحده.

۳۰۔ القرطبی ومنهجه في التفسير ص ۲۱-۲۳

۳۱۔ تفسیر قرطبی ج ۸، الأنفال ۸:۴۱، زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ المنذری (۵۸۱-۶۵۶ھ/۱۱۸۵-۱۲۵۸ء) لغت کے علامہ اور حافظِ حدیث اور بڑے مؤرخ تھے۔ ''الترغيب والترهيب'' اور ''التكملة لوفيات النقلة'' ان کی مشہور کتب میں سے ہیں۔ آبائی وطن شام تھا مگر یہ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی گزاری۔ کافی عرصہ تک دارالحدیث الکاملیہ کے شیخ المشائخ رہے۔ پھر بیس سال مسلسل یہ مصروفیت چھوڑ کر تصنیف و تالیف میں گزارے۔ اعلام زرکلی ۴:۳۰

۳۲۔ تفسیر القرطبی ج۱۰، الحجر:۹، التذكرة: باب منه في الشفعاء وذكر الجهنميين (یہاں غلطی سے الکوی کی جگہ الکوفی لکھ دیا گیا ہے)، باب ماجاء في أشجار الجنة وفي ثمارها......

۳۳۔ نفح الطيب: الباب الخامس فيمن رحل من الأندلسيين إلى المشرق، تعارف أبو عبداللہ محمد بن أحمد القرطبي المفسر، نمبر۱۲۲

۳۴۔ الشیخ الاکبرمحی الدین ابوبکر محمد بن علی بن محمد ابن عربی الحاتمی الطائی الاندلسی (۵۶۰-۶۳۸ھ/ ۱۱۶۵-۱۲۴۰ء) صوفی نظریۂ وحدۃ الوجود کے امام اور متکلمین و فلاسفہ کے رہنما تھے۔ اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے اور پھر اشبیلیہ منتقل ہوگئے۔ انہوں نے شام، بلادِ روم، حجاز، عراق اور مصر کے سفر بھی کیے۔ علماء مصر نے عقیدۂ وحدۃ الوجود کی وجہ سے ان کے قتل کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں ان کو قید بھی ہوئی مگر اپنی معتقد ایک بااثر شخصیت کی مداخلت پر رہا ہوئے۔ آخر میں دمشق چلے گئے اور وفات تک وہیں رہے۔ انہوں نے کم و بیش چار صد کتابیں تصنیف کیں۔ اعلام زرکلی ۶:۲۸۱

"بالکف" کی بجائے "بالکتب" منقول ہے۔

۳۸۔ تفسیر قرطبی، مقدمة الدكتور محمد إبراهيم الحفناوي، ص ۸

۳۹۔ اعلام زرکلی ۳۲۲:۵، معجم المؤلفين ۵۲:۳، هدية العارفين ۲: ۱۲۹

۴۰۔ التذكرة، باب ماجاء أن للموت سكرات وفي تسليم الأعضاء بعضها على بعض وفيمايصير الإنسان إليه.

۴۱۔ اعلام زرکلی ۳۲۲:۵

۴۲۔ تاریخ کتبی فخرالدین محمد ابن شاکر الکتبی (م۷۶۴ھ) کی کتاب عیون التواریخ کا مختصر نام ہے۔ یہ تاریخ ۷۶۰ھ تک کے واقعات پر مشتمل سات جلدوں میں ہے۔ اس کے مندرجات بڑی حد تک تاریخ ابن کثیر سے ملتے جلتے ہیں۔کشف الظنون ۲: ۱۱۸۵

۴۳۔ نفح الطيب: الباب الخامس فيمن رحل من الأندلسيين إلى المشرق، تعارف نمبر۱۲۲

۴۴۔ شذرات الذهب ج ۵، سنة إحدى وسبعين.

۴۵۔ اعلام زرکلی: ۳۲۲:۵، معجم المؤلفین ۳: ۵۲، هدية العارفين۲: ۱۲۹،شذرات الذهب ج ۵، سنة إحدى وسبعين.

۴۶۔ نفح الطيب: الباب الخامس فيمن رحل من الأندلسيين إلى المشرق، تعارف نمبر ۱۲۲

۴۷۔ شذرات الذهب ج ۵، سنة إحدى وسبعين.

۴۸۔ التفسير والمفسرون ۱۳۰:۳

۴۹۔ القرطبي ومنهجه في التفسير، الفصل الحادي عشر، القيمة العلمية لتفسير القرطبي ص ۴۱۸

۵۰۔ كشف الظنون ۵۳۴:۱

۵۱۔ ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مقالہ جات اور امام قرطبیؒ اور ان کی تفسیر کے بارے میں عربی کتب کی معلومات کے لیے ہمیں مرکز جمعۃ الماجد للثقافۃ والتراث دبئی کے لائبریری ریکارڈ سے بہت مدد ملی ہے۔

۵۲۔ مقدمة تفسير القرطبي ۱: ۳

۵۳۔ تفسیر قرطبی، سبا: ۱۵، حالانکہ طبریؒ وغیرہ نے اسے عبدالرحمٰن بن زید کا قول کہا ہے،تفسیر طبری، سورہ سبا: ۱۵

۵۴۔ سبا: ۱۶ "سَيلَ الْعَرِمِ" کے بارے میں زجاج کی طرف منسوب قول، زجاج: معانی القرآن و اعرابہ۴: ۲۴۸

۵۵۔ فاطر: ۱۰ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾ کے بارے میں زجاج کا قول جو درحقیقت امام نحاس کی کتاب سے نقل کیا گیا۔ نحاس: اعراب القرآن ۳: ۳۶۴، زجاج: معانی القرآن و اعرابہ ۲۶۴:۴

۵۶۔ فاطر: ۳۷ میں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ﴾

۵۷۔ سبا: ۱۵ ﴿لقد كان لِسَبا﴾ حدیث ابی کریب]

۵۸۔ سبا: ۴۰،﴿ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾، حدیث عبدالحمید الہلالی

۵۹۔ فاطر: ۳۷،﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ ﴾، حدیث عطاء بن ابی رباح

۶۰۔ سبا : ۲۳، ﴿ حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ﴾، حدیث ابی ہریرہؓ]

۶۴۔ فاطر: ۱۰ ﴿من کان یرید العزة فللہ العزة جمیعا﴾
۶۵۔ فاطر: ۹، ﴿ کَذٰلِکَ النُّشُور﴾، حدیث ابی رزین العقیلی
۶۶۔ فاطر: ۲۸، ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾، حدیث ابی الدرداءؓ
۶۷۔ سبا: ۵۱، ﴿ وَلَو تَرٰی اِذْفَزِعُوا فَلاَ فَوتَ﴾، حدیث حذیفہؓ
۶۸۔ سبا: ۳۹، ﴿ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ﴾
۶۹۔ سبا: ۵۱، القرطبی و منہجہ ص ۴۱۰۔۴۱۷
۷۰۔ التذکرۃ: ص ۶۱۰-۶۱۱
۷۱۔ تفسیر طبری ۱۰: ۳۸۷ و مابعد
۷۲۔ البقرۃ: ۳
۷۳۔ تفصیل کے لیے ''القرطبي ومنهجه في التفسير'' ص ۳۱۹-۳۵۷ دیکھی جاسکتی ہے۔
۷۴۔ البقرۃ: ۱۹، رعد اور برق کی سائنسی تحقیق، فاطر:۱۲، موتیوں کی تکوین۔
۷۵۔ سبا: ۱۵، ''سبا کی تحقیق''
۷۶۔ سبا: ۱۷ میں امام نحاس کی طرف منسوب لفظ ''عرم'' کی تحقیق، نحاس: اعراب القرآن ۳:۳۳۸
۷۷۔ فاطر: ۱۰، ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ مَنْ کَانَ یُرِیدُ الْعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیعًا﴾ کے بارے میں امام فراء اور امام نحاس دونوں کے اقوال کی الگ الگ تحقیق، الفراء: معانی القرآن ۲ / ۳۶۷، نحاس: اعراب القرآن ۳:۳۹۴